غزوہ احد: عسکری تدبیر و نتیجہ

Ghazwa Uhud , Military Strategy and Conclusion

Dr.Shakir Hussain Khan

Assistant Professor, Department of Islamic Learning, University of Karachi.

Email : Shakirhussaink24@gmail.com

https://doi.org/10.66212/brjisr.v7i.285

To cite this article:

1. Dr.Shakir Khan , Jan – June Vol.7 Issue .2(2026) Urdu Al-Bahis Journal of Islamic Sciences Research, 7(1) 15 -30 Retrieved from

Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

OPEN ACCESS

غزوہ احد: عسکری تدبیر و نتیجہ

Ghazwa Uhud, Military Strategy and Conclusion

Abstract

In the Battle of Badr in 2 AH, the Meccan infidels suffered a crushing defeat. After that, the Meccan infidels decided to attack the state of Medina in the month of Shawwal the following year, 3 AH, which resulted in the Battle of Uhud. The "place of Uhud" where this incident took place is located in Arabia, north of Medina.
The Battle of Uhud holds a special significance in the history of Islam. This event has been described in books of biography, history and narrations. Some people have interpreted the Battle of Uhud as a defeat. Whereas we have adopted the view that "there can be no defeat in a war in which the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) is a participant."
Khaksar has proven in his article "The Battle of Uhud: Military Tactics and Results" that the Messenger of Allah (peace be upon him) adopted a defensive strategy and gave a crushing response to the enemy. Allah, the Lord of the Worlds, also gave victory to the believers in the Battle of Uhud, just like in the Battle of Badr. In this article, the author has described all the events and proven that the believers were victorious in the Battle of Uhud.

Keywords: Battle of Uhud, State of Medina, History of Islam, Defensive Strategy, Victorious.

کلیدی الفاظ: غزوۂ اُحُد، ریاستِ مدینہ، تاریخ اسلام، دفاعی حکمت عملی، فتح یاب۔

تمہید:

قتل وغارت گری، خون ریزی، ظلم وتشدد، کا تصور کوئی نئی بات نہیں تخلیق انسانیت سے قبل ہی ملائکہ نے اس تشویش کا اظہار کر دیا تھا کہ :

اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ۔[1]

"تو اس کو مقرر کرے گا جو زمین میں فساد برپا کرے گا اور خون بہائے گا۔"

اللہ رب العٰلمین نے ارشاد فرمایا:

اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔[2]

"جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔"

یہ ارشاد سننے کے بعد ملائکہ انسان کی عظمت وبزرگی کے قائل ہوگئے اور انسان کو عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔ دوسری جانب یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انسان دو طرح کے ہوتے ہیں اُن میں سے ایک وہ ہیں جنہیں ملائکہ پہلے سے جانتے تھے کہ وہ مخلوق زمین میں فساد برپا کرے گی، کھیتیاں برباد کرے گی انسانوں اور دوسرے جانداروں کا خون بہائے گی۔ جب کہ انسانوں کی دوسری قسم جس کا ذکر اللہ رب العٰلمین نے کیا تو ملائکہ انسان کی تعظیم وتوقیر کرنے لگے۔

نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا اللہ کے تعبیداروں کے فرائض میں شامل ہے۔ بعض اوقات انہیں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے لیے سختی سے کام لینا پڑ جاتا ہے۔ اور اگر کوئی شیطانی قوّت، دہشت گرد انسان طاقت کا مظاہرہ کرے تو اپنے دفاع کے لیے اس کو منہ توڑ جواب دینا پڑتا ہے۔ ریاست مدینہ کے قیام کے بعد اللہ کے رسول ﷺ کو ایسی قوتوں کا سامنا کرنا پڑا اس لیے آپ نے اسلامی ریاست کی بقا اور اس کے دفاع کے لیے چند دفاعی اقدامات کرنے پڑے جن میں بہت کم انسانی جانیں ضائع ہوئیں۔

پروفیسر سید مناظر احسن گیلانیؒ رقم طراز ہیں:

"اگر خالص لڑائی اور جہاد کے شہیدوں اور مقتولوں کا حساب لگایا جائے تو ان کی تعداد پانچ چھ سو سے زیادہ اس کل دس سال کی مدت کے اندر سارے ملک عرب میں انشاءاللہ ثابت نہ ہوگی۔"[3] انہیں دفاعی جنگوں میں سے ایک جنگ احد بھی ہے۔

سابقہ کام کا جائزہ:

2 ہجری کو غزوۂ بدر میں کفارِ مکہ کو زبردست شکستِ کا سامنا کرنا پڑا اس کے بعد کفارِ مکہ نے اگلے ہی سال ماہِ شوال، 3 ہجری میں ریاستِ مدینہ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا، جس کے نتیجے میں غزوۂ اُحد کا واقعہ پیش آیا۔ تاریخ اسلام میں غزوہ احد ایک خاص اہمیت کا حامل ہے، کتب سیرت، تاریخ وروایات میں اس واقعے کو بیان کیا گیا ہے۔ خاکسار نے بھی ایک مقالہ لکھا تھا جو ماہنامہ ضیائے حرم لاہور میں شائع ہوا تھا۔ ایک مقالہ کیپٹن (ر) محمد صدیق احمد مرحوم کے ساتھ مل کر خاکسار نے لکھا تھا جو ششماہی التفسیر کراچی میں شائع ہوا تھا۔ جس میں کیپٹن صاحب نے ایک اہم وخاص نکتے کی جانب توجہ مبذول کرائی تھی۔ بعض لوگوں

---

[1] القرآن 30 : 2

Al-Quran 2 : 30

[2] القرآن 30 : 2

Al- Al-Quran 2 : 30

[3] گیلانی، سید مناظر احسن، النبی الخاتم، کراچی، محمد علی کارخانہ اسلامی کتب، طبع اول، سن ندارد، ص106
Gilani, Syed Manazir Ahsan, Al-Nabi Al-Khatam, (Karachi, Muhammad Ali Karhan Islamic Books, first edition, no date), p 106

نے غزوہ احد کو شکست سے تعبیر کیا ہے۔ جب کہ کیپٹن صاحب کا نکتہ نظریہ ہے کہ " جس جنگ میں حضور ﷺ شریک ہوں اس میں شکست نہیں ہو سکتی۔" اسی قول کو ہم نے بھی مختار مانا ہے۔ جس پر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے گی۔

جہاد وقتال کی فرضیت واہمیت:

جب پانی سر سے اونچا ہو جائے اور شیطانی قوتیں مضبوطی کے ساتھ اپنے پنجے گاڑلیں تو ان سے نبٹنے کے لیے تلوار اُٹھانی پڑتی ہے۔

اس فتنے کے خاتمے کے لیے اللہ رب العٰلمین نے مؤمنوں پر جہاد وقتال فرض کیا ہے۔ ایک مقام پر ارشاد ہوا:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔[4]

"تم پر قتال فرض کیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے، اور ممکن ہے تم کسی چیز کو ناگوار سمجھو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو، اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے مضر ہو، اور اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

اور حقیقی مؤمنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَاالْمُؤْمِنُوْنَ الَّـذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُـمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِـهِمْ وَاَنْفُسِهِـمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ اُولٰٓئِكَ هُـمُ الصَّادِقُوْنَ۔[5]

"بیشک سچے مؤمن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے شک نہ کیا اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جدوجہد کی، وہی سچے (مؤمن) ہیں۔"

جہاد وقتال کے سلسلے میں جو تعلیم دی گئی ہے وہ یہ کہ دشمن پر نفسیاتی حملہ کیا جائے اور اس پر اپنی طاقت کی دھاک بٹھائی جائے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا:

وَاَعِدُّوْا لَـهُـمْ مَّا اسْتَطَعْتُـمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِـمْۚ لَاتَعْلَمُوْنَهُـمُ اللّٰهُ يَعْلَمُهُـمْ ۚ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَىْءٍ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُـمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۔[6]

"اور ان سے لڑنے کے لیے جو کچھ قوت سے اور صحت مند گھوڑوں سے جمع کر سکو سو تیار رکھو کہ اس سے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور ان کے سوا دوسروں پر رعب پڑے۔ جنہیں تم نہیں جانتے اللہ انہیں جانتا ہے، اور اللہ کی راہ میں جو کچھ تم خرچ کرو گے تمہیں (اس کا بدلہ) پورا ملے گا اور تم سے بے انصافی نہیں ہو گی۔"

آیت مذکورہ میں جنگی حالات کا مقابلہ کرنے کے متعلق ہدایات بیان کی گئی ہیں۔ اس لیے مؤمنوں کو اپنی ہر قسم کی طاقت کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہنا چاہیئے۔ ہر جاندار اور عقلِ سلیم رکھنے والے کا یہ فطری حق ہے کہ وہ اپنا دفاع کرے، اپنے وجود کی حفاظت کرے۔ جس رب العٰلمین نے انسان کو تخلیق کیا ہے اس نے اس انسان کے اندر یہ بات بھی ڈال دی ہے کہ اپنے وجود کو کس طرح قائم رکھنا ہے۔ حملہ کرنے اور نقصان پہنچانے والی چیزوں سے کس طرح اپنے آپ کو بچانا ہے۔ اور پھر اس سے مسئلہ حل نہ ہو تو مشاورت سے حکمت عملی تیار کر کے اُن کو ایسا مزہ چھکایا جائے کہ وہ شرارت اور فتنہ پروری سے باز آجائیں۔ اور جو لوگ یہ کام سرانجام دیتے ہیں اللہ رب العٰلمین ایسے مجاہدین کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّـذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّـهُـمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۔[7]

"بیشک اللہ تو ان کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں، گویا کہ وہ ہیں سیسہ پلائی ہوئی دیوار۔"

---

[4] القرآن 2 : 30
Al- Quran 2: 216

[5] القرآن 49 : 15
Al-Quran 49 : 15

[6] القرآن 8 : 60
Al-Quran 8 : 60

[7] القرآن 61 : 4
Al-Quran 61: 4

اللہ رب العٰلمین نے مجاہدین جن گھوڑوں پر، جن سواریوں پر سوا ہو کر دشمن پر حملہ کرتے ہیں ان کی منظر کشی اس طرح کی ہے:

وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا ۔ فَالْمُورِيَاتِ قَدْحًا ۔ فَالْمُغِيرَاتِ صُبْحًا ۔ فَأَثَرْنَ بِهِ نَقْعًا ۔ فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا ۔[8]

’’ان گھوڑوں کی قسم جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں۔ پھر (پتھر پر) ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں۔ پھر صبح کے وقت دھاوا کرتے ہیں۔ پھر اس وقت غبار اُڑاتے ہیں۔ پھر اس وقت دشمنوں کی جماعت میں جا گھستے ہیں۔‘‘

ریاست کے قیام اور اس کے استحکام کے لیے حکمت عملی:

ڈاکٹر حمید اللہؒ رقم طراز ہیں:

"مسلمانوں کی سب سے پہلی سلطنت جو مدینہ میں قائم ہوئی تھی اس کو ابتداء میں مختلف قسم کی مشکلات سے بچانے کے لیے رسول اکرم ﷺ نے اپنی تدبیروں کا آغاز کیا تھا۔ مکہ معظمہ سے مسلمان ہجرت کر کے مدینے آنے پر مجبور ہوئے اور خود رسول اللہ ﷺ بھی وہاں تشریف لائے تو شاید عام حالات میں کسی سلطنت کے قیام کی ضرورت پیش نہ آتی۔ لیکن مشرکین نے وہاں بھی چین نہ لینے دیا وطن سے نکالا، وطن میں ان کی جائیدادوں کو ضبط کیا اور انہیں سالہا سال تک ہر طرح کی اذیتیں دیتے رہے۔ جب مسلمان وہاں سے چلے گئے تب بھی انہیں چین نہیں آیا اور مدینہ والوں کو لکھ بھیجا کہ ہمارے دشمن (حضرت محمد ﷺ) کو یا تو جان سے مار ڈالو یا انہیں اپنے ملک سے نکال دو۔ ورنہ ہم کوئی مناسب تدبیر اختیار کریں گے۔ یہ فوجی حملے کی دھمکی ایسی تھی کہ کوئی شخص آسانی سے اس کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ خاص طور پر وہ نبی جو دنیا میں سارے لوگوں کے لیے اسوہ حسنہ تھا۔ بادشاہوں کے لیے بھی، فقیروں کے لیے بھی، عالموں کے لیے بھی، اور جاہلوں کے لیے بھی۔ آپ ﷺ نے آنے والے حکمرانوں اور سپہ سالاروں کے لیے ایک سبق آموز نمونہ چھوڑا۔"[9]

آپ ﷺ نے پہلی حکمت عملی یہ اختیار فرمائی کہ ریاست مدینہ کے قیام اور اس کے استحکام کے لیے آپ ﷺ نے اہل ایمان کی دو بڑی اکائیوں مہاجر اور انصار کو اخوتِ اسلامی کی مالا میں پرو دیا تھا اور شہر مدینہ کے مختلف قبائل و مذاہب کے لوگوں کو قومی یکجہتی کے قیام کے لیے متحد کر دیا تھا۔ اس طرح ایک فلاحی اسلامی ریاست کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس طرح ایک فلاحی اسلامی ریاست قائم ہوئی۔ یہ سب کچھ دو برسوں میں کیا گیا، اگر آپ ﷺ کو مزید وقت مل جاتا تو مکہ معظمہ، پہلے ہی اسلامی ریاست کا حصہ بن جاتا اور کی جنگ و قتال کی نوبت ہی نہ آتی لیکن دو برس بعد ہی ایک کے بعد ایک جنگ مسلط کر دی گئی۔[10]

جس کے جواب میں آپ ﷺ نے دفاعی حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے دشمن کا مقابلہ کیا اور اس کو منہ توڑ جواب دیا۔ آپ ﷺ نے قیام امن، ریاست کے استحکام اور اس کے دفاع کے لیے جس طرح عسکری قوت کا مظاہرہ کیا اور اس کے لیے حکمت و دانائی اپنائی اور اس کی تعلیم دی جو عصرِ حاضر کی اسلامی ریاستوں کے لیے ایک بہترین اسوہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

غزوہ احد کا سبب:

2 ہجری کو غزوۂ بدر میں کفارِ مکہ کو زبردست شکستِ کا سامنا کرنا پڑا اس کے بعد کفارِ مکہ نے اس کا بدلہ لینے کی ٹھان لی تھی اس لیے انہوں نے اگلے ہی سال ماہِ شوال، 3 ہجری میں ریاستِ مدینہ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا جس کے نتیجے میں غزوۂ اُحد کا واقعہ پیش آیا۔[11]

---

[8] القرآن 100 : 5

Al-Quran 100 : 1-5

[9] حمید اللہ، اسلامی ریاست، لاہور، فیصل ناشران وتاجران کتب، جنوری 2005ء ص 77۔78

Hamidullah,The Islamic State Lahore: Faisal Publishers and Booksellers, January 2005, pp 77–78

[10] منصور پوری، محمد سلیمان سلمان، قاضی، رحمۃ للعٰلمین جلد اول، کراچی، دار الاشاعت، طبع اول، ذی الحجہ 1411ھ، ص 111۔112

Mansoorpuri, Muhammad Sulaiman Salman, Qazi, Rahmat-ul-Lil-Aalameen, Vol. 1 (Karachi: Dar-ul-Ishaat, 1st Edition, Dhu al-Hijjah 1411 AH), p 111–112.

[11] السیر والمغازی لابن اسحاق، (بیروت، دار الفکر، طبع الاول، 1978ء)، ص 322تا324

Al-Sair and Al-Maghazi Laban Ishaq, (Beirut, Dar al-Fikr, first edition, 1978), pp 322 to 324

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رقم طراز ہیں:

"ابو سفیان نے رات کی تاریکی میں مدینہ طیبہ پر حملہ کرکے بدلہ چکانے کی کوشش کی لیکن یہ کوشش الٹا ان کی رسوائی کا باعث بنی۔"[12]

قاضی محمد سُلیمان سَلمان منصور پوریؒ اس واقعے کی تفصیل بتاتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ:

"بدر میں شکست پانے کے بعد ابو سفیان نے نہانے دھونے کی قسم کھائی تھی کہ جب تک مسلمانوں سے بدلہ نہ لیا جائے۔ چناں چہ وہ دو سو سواروں کو لے کر مکہ سے نکلا۔ جب مدینہ کے قریب پہنچا تو رسالہ کو باہر چھوڑ کر خود تاریکیٔ شب میں مدینے کے اندر آیا۔ سلام بن مشکم یہودی سے ملا۔ رات بھر بادہ خوری ہوتی رہی۔ غالباً دونوں کے مشورے سے طے ہوا کہ مقابلے کا وقت نہیں۔ اس لیے ابو سفیان آخر شب وہاں سے نکلا مسلمانوں کے پھل دار درختوں، کھجوروں کو آگ لگا کر، نیز ایک مسلمان اور اس کے حلیف کو قتل کر کے واپس چلا گیا۔ خبر ملنے کے بعد قرقرۃ الکدر تک تعاقب ہوا۔ اس لیے اس کا نام غزوہ قرقرۃ اللہ رکھا جاتا ہے۔ ابو سفیان کا رسالہ سُتّو کی تھیلیاں گراتا گیا۔ جسے مسلمانوں نے اٹھالیا۔ اس لیے اس کا نام غزوۃ السّویق بھی ہوا۔"[13]

جنگ بدر کی شکست سے ان کی تجارتی سرگرمیاں بھی متاثر ہوئی تھیں، گویا اُن کی دکھتی رگ پر پاؤں پڑ چکا تھا، جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ اس جانب توجہ مبذول کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"بدر کے اس معرکہ نے انہیں اس تجارتی شاہرہ سے محروم کر دیا تھا۔ جس کے زریعہ ان کے تجارتی کارواں ملک شام اور دیگر نواحی ممالک میں بڑی آزادی اور آسانی سے آمد ورفت رکھتے تھے اور انہیں تجارتی کاروانوں پر ان کی معیشت کا دار و مدار تھا۔ اگر یہ سلسلہ بند ہو جاتا ہے تو مکہ کی وادی غیر ذی زرع میں ان کی زندگی اجیرن ہو جائے گی۔ ابھی تک جزیرہ عرب میں بسنے والے سارے قبائل قریش کی سیاسی برتری کو غیر متنازعہ سمجھتے تھے۔ لیکن اس شکست نے ان کی پیشانی پر کلنک کا جو ٹیکہ لگایا تھا۔ اگر یہ برقرار رہا تو کوئی بعید نہیں کہ ان کی یہ مسلمہ حیثیت متنازعہ فیہ بن جائے۔ اور کئی دوسرے قبائل اس منصب کو حاصل کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے لگیں۔[14]

اس لیے وہ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے بیتاب تھے لیکن انہوں نے صلح کے بجائے لڑائی کے رستے کا انتخاب کیا۔ اس حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے علامہ شبلی نعمانیؒ رقم طراز ہیں:

"چند سردارانِ قریش جن میں ابو جہل کا بیٹا عکرمہ بھی تھا، اُن لوگوں کو جن کے عزیز و اقارب جنگ بدر میں قتل ہو چکے تھے، ساتھ لے کر ابو سفیان کے پاس گئے۔ اور کہا کہ محمد (ﷺ) نے ہماری قوم کا خاتمہ کر دیا۔ اب انتقام کا عقت ہے، ہم چاہتے ہیں کہ مالِ تجارت کا جو نفع اب تک جمع ہے وہ اس کام میں صرف کیا جائے۔ یہ ایک ایسی درخواست تھی جو پیش ہونے سے پہلے قبول کر لی گئی تھی۔[15]

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ رقم طراز ہیں:

---

[12] الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاءالنبی، جلد سوم، (لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ایڈیشن بار چہارم، ربیع الاول، 1420ھ)، ص 458
Al-Azhari, Pir Muhammad Karam Shah, Ziya-un-Nabi, Vol. 3 (Lahore: Zia-ul-Quran Publications, 4th Edition, Rabi-ul-Awwal 1420 AH), p 458

[13] منصور پوری، رحمۃ للعلمین، جلد اول، ص 119
Mansoorpuri, Rahmatullahi alaihi wa sallam, Volume 1, p 119

[14] الازہری، ضیاءالنبی، جلد سوم، ص 457
Al-Azhari, Zia al-Nabi, Volume 3, p 457

[15] نعمانی، علامہ شبلی، سیرت النبی، جلد اول، (لاہور، نیشنل بک فائونڈیشن، پاکستان، طبع سوم، 1985ء)، ص 346۔347
Nu'mani, Allama Shibli, *Sirat-un-Nabi*, Vol. I (Lahore: National Book Foundation, Pakistan, 3rd ed., 1985), pp 346–347

"سب سے بڑی بات جو ہر لحظہ کانٹا بن کر ان کے جگر میں چبھتی اور ان کو بے قرار کرتی تھی وہ ان کے ستر مقتول تھے۔ جن میں ان کے چوٹی کے متعدد سردار بھی تھے۔ مکہ کا کوئی گھر ایسا نہ رہا تھا جہاں کسی کا باپ، کسی کا بھائی، کسی کا بیٹا، موت کی بھینٹ نہ چڑھا ہو۔ یہ آتش انتقام ہر وقت بھڑکتی رہتی تھی۔ جس نے ان کی رات کی نینداور دن کے آرام کو حرام کر دیا تھا۔ یہ وہ مجموعی اسباب تھے، جنہوں نے قریش مکہ کو مجبور کر دیا کہ مسلمانوں سے نبرد آزما ہوں اور قبائل عرب میں اپنی گرتی ہوئی ساکھ کو سنبھالدیں۔ اپنے خداؤں کے ڈولتے ہوئے سنگھاسن کو گرنے سے بچائیں اور مسلمانوں کا خون بہا کر اپنی آتش انتقام کو ٹھنڈا کریں۔"[16]

کفار کی جنگ کے لیے تیاری:

علامہ شبلی نعمانیؒ رقم طراز ہیں:

"قریش کو اب مسلمانوں کی قوّت وزور کا اندازہ ہو چکا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ جنگ بدر میں وہ جس سامان سے گئے تھے اس سے اب کچھ زیادہ درکار ہے۔"[17]

کفار کی جنگ کے لیے تیاری کی تفصیلات بتاتے ہوئے علامہ قاضی محمد سُلیمان سَلمان منصور پوری رقم طراز ہیں:

"اس دفعہ انہوں نے ملک سے عام چندہ جمع کیا تھا۔ ابو عزہ شاعر نے تہامہ میں گشت لگا کر بنو کنانہ کو قریش کی مدد پر آمادہ کر دیا تھا۔ تجارت شام کا پچاس ہزار مثقال سونا، ایک ہزار اونٹ جو ابھی تقسیم نہ ہوئے تھے۔ چندہ میں شامل کر دیئے گئے تھے۔ الغرض پانچ ہزار بہادروں کا لشکر جس میں تین ہزار اشتر سوار، دو سو اسپ سوار اور سات سو زرہ پوش پیادہ تھے۔ مدینہ تک بڑھا چلا گیا۔"[18]

علامہ شبلی نعمانیؒ رقم طراز ہیں:

"عرب میں جوش پھیلانے اور دلوں کے گرمانے کا سب سے بڑا آلہ شعر تھا۔ قریش کی درخواست پر عمرو جمحی اور مسافع مکہ سے نکلے اور تمام قبائل قریش میں اپنی آتش بیانی سے آگ لگا آئے۔ لڑائیوں میں ثابت قدمی اور جوش جنگ کا بڑا ذریعہ خاتونانِ حرم تھیں۔ جس لڑائی میں خاتونیں ساتھ ہوتی تھیں عرب جانوں پر کھیل جاتے تھے۔ کہ شکست ہوگی تو عورتیں بے حرمت ہوں گی۔ بہت سی عورتیں ایسی تھیں جن کی اولاد جنگ بدر میں قتل ہو چکی تھی اس لیے وہ خود جوشِ انتقام سے لبریز تھیں اور انہوں نے منتیں مانی تھیں کہ اولاد کے قاتلوں کا خون پی کر دم لیں گے۔ غرض جب فوجیں تیّار ہوئیں تو بڑے بڑے معزز گھرانوں کی عورتیں بھی فوج میں شامل ہوئیں۔"[19]

سیدنا عباس کا قاصد، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں:

قبیلہ خاندان بنو ہاشم کے سردار سیدنا عبد المطلب (شیبہ) کی وفات کے بعد ان کے فرزند اکبر سیدنا زبیر بن عبد المطلبؓ خاندان کے سردار کے رتبے پر فائز ہوئے تھے اور ان کی وفات کے بعد تقریباً دو سال تک سیدنا ابو طالبؓ اس منصب پر فائز رہے پھر یہ سرداری انہوں نے اپنے بھائی عباس بن عبد المطلبؓ کو منتقل کر دی تھی۔ یہی وہ چچا ہیں جو تاریخ اسلام کے ہر موڑ پر حضور ﷺ اور آپ ﷺ کی امّت کے غمخوار نظر آتے ہیں۔ بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر جو آپؓ نے جماعت

---

[16] الازہری، ضیاءالنبی، جلد سوم، ص 458-457

Al-Azhari, Ziya-un-Nabi, Vol. 3, p 457–458

[17] نعمانی، سیرت النبی، جلد اول، ص347

Nu'mani, Seerat-un-Nabi, Vol. 1, p 347

[18] منصور پوری، رحمۃ للعلمین، جلد اول، ص:119

Mansurpuri, Rahmat-ul-Lil-Alameen, Vol. 1, p 119

[19] نعمانی، سیرت النبی، جلد اول، ص347

Nu'mani, Seerat-un-Nabi, Vol. 1, p 347

الانصار سے جو خطاب فرمایا تھاوہ تاریخ اسلام میں سنہرے حرفوں سے لکھا گیا ہے۔اسی طرح آپ نے جنگ بدر سے قبل مشرکین کے حملے کی تیاری سے حضور ﷺ کو مطلع کیااور اس مرتبہ بھی انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو مشرکین مکہ کی جنگی تیاریوں سے آگاہ کر دیا تھا۔

علامہ شبلی نعمانی نے لکھاہے کہ :

"(سیدنا) عباس، رسول اللہ ﷺ کے چچا گو اسلام لا چکے تھے لیکن اب تک مکّہ ہی میں مقیم تھے۔انہوں نے تمام حالات لکھ کر ایک تیز رو قاصد کے ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجے اور قاصد کو تاکید کی تین رات دن میں مدینہ پہنچ جائے۔آنحضرت ﷺ کو یہ خبریں پہنچیں۔"[20]

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ، سیدنا عباس بن عبدالمطلب سلام علیھما کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"انہوں نے بنی غفار کے ایک آدمی کو مناسب اجرت دی اور اسے کہا کہ یہ خط لے کر جاؤاور حضور (ﷺ) کی خدمت میں جا کر پیش کرو۔اسے ہدایت کی کہ وہ بجلی کی سرعت کے ساتھ جائے اور اتنا طویل سفر دو تین دن کے اندر طے کر کے خدمت اقدس میں حاضر ہو۔جب یہ شخص پہنچا تو حضور ﷺ قبا میں تھے۔ وہاں عریضہ پیش کیس، حضور ﷺ کے حکم سے حضرت ابی بن کعب نے پڑھ کر سنایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: بخدا مجھے امید ہے کہ اللہ بہتر کرے گا۔ حکم دیا کہ وہ اس راز کو افشانہ کریں۔ پھر حضور ﷺ سعد بن ربیع کے گھر تشریف لائے اور انہیں اس خط کے بارے میں بتایا۔انہیں بھی حکم دیا کہ یہ راز کسی کو نہ بتائیں۔"[21]

حضور اکرم ﷺ کے دفاعی اقدامات:

اس خبر کے بعد آپ ﷺ نے ہنگامی بنیادوں پر دفاعی اقدامات کیے۔علامہ شبلیؒ نے لکھاہے کہ :

"آپ ﷺ نے پانچویں شوال 3 ہجری کو دو خبر رساں جن کے نام انس اور مونس تھے۔خبر لانے کے لیے بھیجے،انہوں نے آکر اطلاع دی کہ قریش کا لشکر مدینہ کے قریب آگیا ہے اور مدینہ کی چراگاہ (عریض) کو ان کے گھوڑوں نے صاف کر دیا ہے۔آپ ﷺ نے حباب بن منذر کو بھیجا کہ فوج کی تعداد کی خبر لائیں۔انہوں نے آکر صحیح تخمینہ سے اطّلاع دی۔چوں کہ شہر پر حملہ کا اندیشہ تھا۔ہر طرف پہرے بٹھادیئے گئے۔حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت سعد بن معاذ ہتھیار لگا کر تمام رات مسجد نبوی کے دروازے پر پہرہ دیتے رہے۔[22]

اللہ کے رسول ﷺ نے اہل ایمان سے رائے طلب کی کہ کفار کا مقابلہ شہر کے اندر رہتے ہوئے کیا جائے یا شہر کے باہر۔ قاضی محمد سُلیمان سلمان منصورپوریؒ نے لکھاہے کہ :

"نبی ﷺ کی رائے تھے کہ مدینہ کے اندر رہ کر مدافعت کی جائے، مگر اکثریت کی رائے پر فیصلہ ہوا۔"[23]

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ اس مشاورت کی تفصیل بتاتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"(آپ ﷺ نے فرمایا) اگر تم مناسب سمجھو تو شہر کے اندر مورچہ بند ہو جاؤ، عورتوں اور بچوں کو مختلف گڑھوں میں بھیج دو اگر کفار باہر ٹھہرے رہیں گے تو ان کا ٹھہران کے لیے بہت تکلیف دہ ہوگا اور اگر انہوں نے شہر کے اندر داخل ہونے کی جراءت کی تو ہم گلی کوچوں میں ان سے لڑائی کریں گے اور ہم ان گلیوں کے پیچ وخم سے خوب واقف ہیں ہم ان پر بلند مکانوں اور اونچے ٹیلوں سے پتھراؤ کر کے انہیں پچھاڑ سکتے ہیں۔اکابر مہاجرین وانصار کی بھی یہ رائے تھی۔عبد

---

[20] نعمانی، سیرت النبی، جلد اول، ص 348

Nu'mani, Seerat-un-Nabi, Vol. 1, p 348

[21] الازہری، ضیاءالنبی، جلد سوم، ص460

Al-Azhari, Ziya-un-Nabi, Vol. 3, p 460

[22] نعمانی، سیرت النبی، جلد اول، ص348

Nu'mani, Seerat-un-Nabi, Vol. 1, p 348

[23] منصورپوری، رحمۃ للعلمین، جلد اول، ص119

Mansoorpuri, Rahmat-ul-Lil-Aalameen, Vol. 1, p 119

اللہ بن ابیّ نے بھی اس کی تائید کی، لیکن پر جوش نوجوانوں کی ایک جماعت جو کسی وجہ سے بدر میں شریک نہیں ہو سکی تھی اور جنہیں شرف شہادت حاصل کرنے کا از حد اشتیاق تھا، وہ حصول شہادت کے شوق فراواں کے باعث اس رائے سے متفق نہ ہو سکے۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہمیں لے کر دشمنان حق کے سامنے چلیئے وہ یہ نہ خیال کریں کہ ہم بزدل ہیں اس لیے گھروں میں سہم کر بیٹھ گئے ہیں۔ حضرت حمزہ، سعد بن عبادہ، نعمان بن مالک، اور انصار کے چند نوجوانوں نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ اگر ہم نے ایسا کیا تو کفار یہ سمجھیں گے کہ ہم ان سے ڈر گئے ہیں اور بزدلی کے باعث ہم میدانِ جنگ میں ان کو نہیں للکار سکے۔ سرکار ﷺ نے جب ان کے جوش ایمان، شوقِ شہادت اور اس پر ان کے اصرار کا مشاہدہ فرمایا، تو ان کی رائے جو اکثر صحابہ کی رائے تھی اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے آمادگی کا اظہار فرمایا۔[24]

یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ عبداللہ بن ابیّ نے آپ ﷺ اور اکابرین اصحاب کی رائے کی جو تائید کی تھی ہو سکتا ہے کہ اس میں اس کی بدنیتی شامل ہو۔ یہود اور منافقین اس غزوہ میں شریک نہیں ہونا چاہتے تھے، ہو سکتا ہے کہ مدینہ طیبہ کے اندر رہ کر مدافعت کرنے کی صورت میں وہ بغاوت کر جاتے۔ مسلمانوں میں پھوٹ پڑ جاتی، زیادہ جانی ومالی نقصان اٹھانا پڑ جاتا۔ اس لیے حضور ﷺ نے دور اندیشی کے تحت اکثریت اصحاب کی رائے کو ترجیح دی۔

اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کہتے ہیں کہ :

"اس ایک واقعہ میں امت مسلمہ کے قائدین کے لیے دو قیمتی رہنمائیاں ہیں۔ پہلی یہ کہ اپنی رائے پر بضد نہ رہو۔ بلکہ اہل اسلام کے اکثریتی فیصلہ اور ان کے جذباتِ جاں فروشی کا احترام کرو اور ان کے جوشِ جہاد کی قدر کرو۔ دوسری یہ کہ جب ایک بار کوئی فیصلہ کر لو تو پھر اس پر ڈٹ جاؤ۔ بار بار فیصلہ کو بدلنا فیصلہ کرنے والے کی قوت فیصلہ کو مجروع کردے گا۔ اور اس کے احباب کو اس پر اعتماد نہیں رہے گا۔ جو مشکل حالات میں اس کی کامیابی کا ضامن ہوا کرتا ہے۔"[25]

اللہ رب العٰلمین کا فرمان ہے :

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ۔[26]

"اور کاموں میں ان سے مشاورت کیا کرو، پھر جب تم اس کام کے کرنے کا ارادہ کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو، بیشک اللہ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

مشاورت کے بعد جو قدم اٹھایا گیا اس کے متعلق جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ رقم طراز ہیں کہ :

"مستورات کو حفاظت کے لیے مختلف گڑھوں میں ٹھہرا دیا گیا، سرور کائینات ﷺ (سیدنا) صدیق اکبر اور (سیدنا) فارقِ اعظم کی معیت میں اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے ان دونوں یاران وفا شعار نے اپنے آقا کو جنگی لباس پہنایا، عمامہ باندھا۔ باہر لوگ دو رویہ صفیں باندھے چشم براہ کھڑے تھے۔"[27]

پیر محمد کرم شاہؒ کے بقول، رسول اللہ ﷺ نے تین نیزے منگوائے اور ان میں تین جھنڈے باندھے پھر قبیلہ اوس کا علم اسید بن حفیر کے حوالے کیا۔ قبیلہ خزرج کا علم حباب بن منذر کو مرحمت فرمایا۔ مہاجرین کا پرچم علی مرتضیٰ کے دست مبارک میں تھمایا، اور عبداللہ بن مکتوب کو نماز باجماعت پڑھانے کے لیے مدینہ طیبہ میں اپنا قائم مقام متعین فرمایا۔[28]

---

[24] الازہری، ضیاءُ النبی، جلد سوم، ص464-465

Al-Azhari, Ziya-un-Nabi, Vol. 3, pp 464–465

[25] الازہری، ضیاءُ النبی، جلد سوم، ص467

Al-Azhari, Diya-un-Nabi, Vol. 3, p 467

[26] القرآن 159 : 3

Surah Al-Imran (3), Verse 159

[27] الازہری، ضیاءُ النبی، جلد سوم، ص 466

Al-Azhari, Diya-un-Nabi, Vol. 3, p. 466

[28] الازہری، ضیاءُ النبی، جلد سوم، ص 467

Al-Azhari, Diya-un-Nabi, Vol. 3, p. 466

علامہ شبلی نعمانی کے مطابق حضور ﷺ ایک ہزار سپاہیوں کے ساتھ شہر سے نکلے تھے۔ان میں تین سو آدمی عبداللہ بن ابی کے حامی تھے وہ ان کو لشکر میں سے یہ کہہ کر واپس لے گیا کہ محمد نے میری رائے نہ مانی۔ان کے بعد اسلامی لشکر میں سات سو سپاہی رہ گئے،ان میں ایک سو زرہ پوش تھے۔[29]

مقام احد:

کالم نگار ارسلان طارق کے بقول:

"مدینہ منورہ کے شمال میں عرب میں واقع ہے۔ احد پہاڑ 7.5 کلو میٹر چوڑا اور 3,533 فٹ(1,077 میٹر) بلند ہے۔"[30]

سید محمد قاسم محمود، لکھتے ہیں:

"احد ایک پہاڑ، جو مدینہ کے شمال میں تین میل کے فاصلے پر شرقاً غرباً واقع ہے۔احد کے پہاڑ کی انتہائی شمالی چوٹی جبل ثور کہلاتی ہے۔پہاڑ کے دامن میں وادیء قناۃ ہے۔اس پہاڑ سے صرف ایک دشوار گزار پگڈنڈی گزرتی ہے۔جو نعل کی شکل کی وادی سے ہو کر اس کی بلند چوٹیوں تک چلی گئی ہے۔اس وادی میں ایک چھوٹا سا پہاڑی ٹیلا ہے، جسے غالباً چشموں کی وجہ سے جبل عینین کہتے ہیں۔آنحضور ﷺ نے یہاں تیر اندازوں کا دستہ متعین کیا تھا۔

مدینہ سے اُحد کی طرف چلیں تو شور زدہ مٹی کے میدان ملتے ہیں۔ان سے آگے سیاہ پتھروں کا میدان شروع ہو جاتا ہے۔جو لاوے سے بنا ہوا ہے۔اس میدان کے بعد ہی وادی قناۃ آتی ہے۔جس کی دوسری سمت احد کا جنوبی دامن ہے۔چند میل اوپر جھیل ہے۔جس میں سے ایک ندی نکل کر وادی قناۃ کو عبور کرتی طائف کی طرف چلی جاتی ہے۔بارش ہو تو اس علاقے میں سیلاب سا آجاتا ہے۔

احد کی وجہ تسمیہ اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں کہ یہ پہاڑ ارد گرد کے پہاڑوں سے الگ تھلگ اور واحد نظر آتا ہے۔اس پر روئیدگی بالکل نہیں اور اس کا رنگ گہرا سرخ ہے۔پہاڑ میں کہیں کوئی درہ یا گزر گاہ سوائے ایک پگڈنڈی کے کوئی نہیں۔جنوبی سمت ہلالی شکل کا خم ہے۔جس کا قطر تقریباً تین سو گز ہے۔اس میں اسلامی فوج نے پڑاؤ ڈالا تھا۔اس کے باہر پانی کے دو چشمے ہیں۔دو حجروں میں شہدائے احد کی قبریں ہیں۔ایک طرف ہٹ کر حضرت حمزہ کی قبر ہے۔"[31]

ارسلان طارق کے بقول:

"کوہ احد کی کئی امتیازی خصوصیات ہیں، جن میں سب سے منفرد آتش فشاں چٹانیں ہیں جن میں گہرا سبز، سیاہ اور سرخ گرینائٹ، ہلکا سرمئی ڈیسائٹ، اور سرخ گلابی رائولائٹ شامل ہیں۔کوہ احد کا ایک انوکھا منظر ہے جس میں "مہاریاں" نمایاں ہیں-قدرتی گہا جو سال بھر بارش کے پانی کو پکڑتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ چٹانوں اور وادیوں کا بھی۔یہ معدنیات جیسے لوہے اور تانبے کے متعدد غاروں پر مشتمل ہے اور اس میں سطح مرتفع بھی ہیں۔کوہ احد کئی دوسرے پودوں، پہاڑوں اور درختوں سے گھرا ہوا ہے جیسے کہ:

Matrimony Vine, Echinops Spinosissimus, Acacia Tortilis, Acacia Ehrenbergiana, Luz .

"النبی (چوڑے پتوں والا ایک چھوٹا سا پودا) اور سدر۔کوہ احد پر تعمیر کی گئی تاریخی یادگاروں میں چٹان پر کندہ کاری اور مسلط قلعے شامل ہیں جو صدیوں پرانے ہیں۔تیزابیت والے پودے بھی ہیں جن کی خصوصیت ان کے گلابی پتوں کے کھٹے ذائقے سے ہوتی ہے۔"

سعودی جیولوجیکل اتھارٹی کے ایک آفیشل طارق اباالخیل کے مطابق، کوہ احد مدینہ منورہ کے سب سے اہم اسلامی مقامات میں سے ایک ہے۔ یہ سطح سمندر سے 1077 میٹر بلند ہے۔سعودی جیولوجیکل اتھارٹی کے شعبہ ارضیاتی سروے کے ڈائریکٹر ڈاکٹر وادی قشقری کا کہنا ہے کہ کوہ احد پر پائی جانے والی چٹانوں میں

---

[29] نعمانی، سیرت النبی، جلد اول، ص349

Nu'mani, Seerat-un-Nabi, Vol. 1, p. 349

[30] https://thepilgrim.co/ur/mount-uhud

[31] اسلامی انسائکلوپیڈیا، سید محمد قاسم محمود، ص107

Islamic Encyclopedia, Syed Muhammad Qasim Mahmood, p 107

سختی کی سطح سب سے زیادہ ہے اور یہ مشکل سے خراب ہوتی ہیں۔ گرم پانی کے محلول کے اثر کی وجہ سے احد پہاڑ کے احاطے کے ارد گرد کم مربوط میدان اور کم درست شکل والی چٹانیں بنتی ہیں۔"[32]

اُحد پہاڑ کی فضیلت واہمیت:

متعدد تاریخی روایتوں میں اس پہاڑ کی فضیلت واہمیت بیان کی گئی ہے۔ آپ ﷺ سے منسوب قول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

'' هذا جبل يحبنا ونحبه،اللهم إن إبراهيم حرم مكة وإني حرمت ما بين لابتيها۔''[33]

یعنی "یہ پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔ اے اللہ! ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرمت والا شہر قرار دیا تھا اور میں ان دو پتھریلے میدانوں کے درمیان والے علاقے (مدینہ منورہ) کو حرمت والا شہر قرار دیتا ہوں۔"

ایک روایت میں ہے انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ أُحُدًا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ فَقَالَ اثْبُتْ أُحُدُ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ [34]

''نبی ﷺ ایک مرتبہ احد پہاڑ کے اوپر تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ سیدنا صدیق اکبرؓ، سیدنا عمرؓ اور سیدنا عثمانؓ تھے۔ اتنے میں پہاڑ لرزنے لگا تو آپ نے فرمایا: "اے اُحد! ٹھہر جا اس لیے کہ تجھ پر اس وقت ایک نبی ﷺ، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔''

حاصل ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ اس پہاڑ پر تشریف لے گئے تھے اور آپ ﷺ کے ہمراہ اکابرینِ اصحاب سیدنا صدیق اکبرؓ، سیدنا عمرؓ اور سیدنا عثمانؓ تھے۔ اس وجہ سے احد پہاڑ کو حضور ﷺ سے نسبت ہو گئی۔ یہ پہاڑ مدینہ طیبہ کی حدود میں داخل ہو گیا اور آپ ﷺ نے اسے حرم قرار دیا لیکن صرف یہی پہاڑ مدینہ طیبہ کی حدود میں نہیں اور بھی کئی علاقے، پہاڑ، ندیا، چشمے، کنویں، میدان، مدینہ طیبہ کی حدود میں داخل ہیں اور وہ بھی حرم کا حصہ ہیں لیکن اس کی وجہ شہرت اور فضیلت غزوہ احد ہے۔ جس میں اہل ایمان کو فتح حاصل ہوئی شکست نہیں ہوئی۔ بعض اہل علم نے اس جنگ کو اہل ایمان کی شکست قرار دیا ہے جو کہ کسی بھی زاویے سے درست نہیں۔ (جس کی تفصیل آگے آئے گی)۔

غزوہ احد:

آنحضرت ﷺ نے اُحد کو پشت میں رکھ کر صف آرائی کی۔ پشت کی طرف احتمال تھا کہ دشمن ادھر سے آئیں اس لیے پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ متعین فرمایا حکم دیا کہ "گو لڑائی فتح ہو جائے تاہم وہ جگہ سے نہ ہٹیں۔ عبداللہ بن جبیر ان تیر اندازوں کے افسر مقرر ہوئے۔

قریش نے بھی نہایت ترتیب سے صف آرائی کی۔ سب سے پہلے طبلِ جنگ کے بجائے خاتونانِ قریش دف پر اشعار پڑھتی ہوئی بڑھیں۔ لڑائی کا آغاز ابو عامر جو مدینہ کا مقبول عام شخص تھا، مکہ میں آباد ہو گیا تھا، وہ ڈیڑھ سو آدمیوں کے ساتھ میدان میں آیا اور اس نے انصار کو ورغلانے کی کوشش کی انصار نے اس کی ایک نہ سنی۔ الغرض دونوں جانب سے سپاہی نکلے سخت مقابلہ ہوا۔ اہل ایمان جس جانب بڑھتے صفیں کی صفیں صاف ہو جاتی تھیں۔ دشمن کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ دشمن کی خواتین بھی بدحواسی کے ساتھ پیچھے ہٹیں اور مطلع صاف ہو گیا۔ میدان جنگ میں موجود افراد نے مال غنیم جمع کرنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر تیر انداز جو پشت پر مقرر کیے گئے تھے وہ بھی نیچے اترنے لگے۔ عبداللہ بن جبیر نے ان تیر اندازوں کو بہت روکا لیکن وہ رک نہ سکے۔ ان تیر اندازوں کی جگہ خالی دیکھ کر دشمن کی فوج نے عقب سے حملہ کر دیا۔ بدحواسی کے عالم میں دونوں فوجیں باہم مل گئیں اور بہت سے مسلمان شہید ہو گئے۔[35]

---

[32] https://thepilgrim.co/ur/mount-uhud

[33] صحیح بخاری، رقم الحدیث 4084

Sahih Bukhari, Number of Hadith 4084

[34] صحیح بخاری، رقم الحدیث 3675

Sahih Bukhari, Number of Hadith 3675

[35] نعمانی، سیرت النبی، جلد اول، ص 352-353

Nomani, Sirat al-Nabi, Volume I, pp 352-353

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں کہ :

"نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ستر مسلمان شہید ہوتے ہیں اور خود رسول اکرم ﷺ بھی زخمی ہو جاتے ہیں۔ بہت سے مسلمان بھاگتے ہیں، کچھ پہاڑوں پر چڑھ گئے۔ اس وقت کچھ خدائی تقدیر سے سابقہ پڑتا ہے۔ قریس کی فوج کے لیے مناسب یہ تھا کہ وہ فوراً مدینہ جاتی۔ وہاں کوئی حفاظتی فوج تو تھی ہی نہیں۔ مگر انہوں نے یہ نہیں کیا۔ شاید یہی خدامی مشیت تھے۔ اس کے علاوہ کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ دشمن فوج کا سردار یعنی ابوسفیان انتہائی فراست مند تھا۔"[36]

علامہ شبلی نعمانیؒ لکھتے ہیں :

"جب دونوں فوجیں میدان سے الگ ہوئیں تو مسلمان زخموں سے چور تھے۔ تاہم یہ خیال کر کے کہ ابوسفان مسلمانوں کو مغلوب سمجھ کر دوبارہ حملہ آور نہ ہو، آپ ﷺ نے مسلمانوں کی طرف روئے خطاب کر کے فرمایا کہ کون ان کا تعاقب کرے گا؟ تو فوراً ستر آدمیوں کی جماعت اس مہم کے لیے تیار ہو گئی جن میں صدیق اکبر و زبیر بھی داخل تھے۔ ابوسفیان احد سے روانہ ہو کر مقام روحا پہنچا۔ آنحضرت ﷺ کو پہلے ہی گمان تھا، دوسرے ہی دن آپ نے اعلان کرادیا کہ کوئی واپس نہ جائے۔ چناچہ حمراءاسد تک جو مدینہ سے آٹھ میل دور ہے تشریف لے گئے۔ قبیلہ خزاعہ اس وقت تک ایمان نہیں لایا تھا۔ اس کا رئیس معبد خزامی، آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور واپس جا کر ابوسفیان سے ملا۔ اور معبد خزامی نے (ابوسفیان) کہا: میں دیکھتا آتا ہوں محمدؐ اس سروسامان سے آرہے ہیں کہ ان کا مقابلہ ناممکن ہے۔ غرض ابوسفیان واپس گیا۔"[37]

کیا احد میں اہل ایمان کو شکست ہوئی تھی۔۔؟

غزوہ احد تاریخ اسلام کا دوسرا اہم غزوہ ہے جس نے آئندہ کا لائحہ عمل مرتب کیا اور اہل ایمان کو ثابت قدمی اور اطاعتِ امیر کا سبق دیا تھا۔ اسی سبق نے اہل ایمان کے قلوب میں توحید کی شمع کی روشنی میں زیادتی اور ایمان میں پختگی عطا کی جس کے سبب وہ اسلامی ریاست کو استحکام دے کر اس کو وسیع تر کرتے چلے گئے۔

جنگ احد کو اہل ایمان کی شکست قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو ابتدائی برتری حاصل ہوئی تھی، لیکن تیر اندازوں کی نافرمانی کی وجہ سے انہیں سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا، جس میں کئی صحابہؓ شہید ہوئے۔ جس سے مسلمانوں کو اپنی غلطیوں کا احساس ہوا۔ تاہم، اس نقصان کے ساتھ، انہیں جو سبق ملا وہ آئندہ جنگوں میں کام آیا اور ان میں توکل علی اللہ، اطاعت امیر، صبر اور نظم وضبط کی اہمیت واضح ہو گئی۔ اتنی عظیم کامیابی کے باوجود ہمارے بعض مورخین و مفسرین اس غزوہ احد کو شکست کا الزام دیتے ہیں۔ اور اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کی شان میں اہانت کرتے ہیں۔ جب کے قرآن مجید و دیگر مستند زرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوہ احد کو شکست سے تعبیر کرنا بہت بڑی زیادتی ہے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں کہ :

"سُود خوری جس سوسائٹی میں موجود ہوتی ہے اس کے اندر سُود خوری کی وجہ سے دو قسم کے اخلاقی امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ سود لینے والوں میں حرص وطمع، بخل اور خود غرضی۔ اور سود دینے والوں میں نفرت، غصہ اور بغض وحسد۔ اُحد کی شکست میں ان دونوں قسم کی بیماریوں کا کچھ نہ کچھ حصہ شامل تھا۔[38]

یہ تفرد مودودیؒ صاحب کو حاصل نہیں بلکہ اوروں نے بھی غزوہ احد کی فتح کو شکست سے تعبیر کیا ہے۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ :

---

[36] حمید اللہ، اسلامی ریاست، ص 90

Hameedullah, The Islamic State, p 90

[37] نعمانی، سیرت النبی، جلد اول، ص 361

Nomani, Sirat al-Nabi, Volume I, p 361

[38] مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن جلد اول، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، جولائی 1991ء، ص 288

Maududi, Sayyid Abul A'la, Tafhim al-Qur'an , Vol. 1 Lahore: Idara Tarjuman-ul-Qur'an, July 1991, p 288

’’معرکہ احد میں مسلمانوں کو فتح کے بعد شکست ملی تو انہیں اس بات کا سخت قلق ہوا اور اپنے زخمی ہونے کا الگ رنج تھا......[39]

جب کہ قرآن مجید اس کو فتح قرار دیتا ہے۔

غزوہ اُحد قرآن مجید کی روشنی میں:

قرآن مجید میں غزوہ احد کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کی عظمت سے شروع ہوتا ہے۔

اللہ رب العٰلمین کا ارشاد ہے:

وَاِذْغَدَوْتَ مِنْ اَهْلِکَ تُبَوِّی الْمُؤْمِنِیْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۔[40]

’’اس وقت کو یاد کیجئے جب آپ صبح کے وقت اپنے اہلِ (بیت) کے پاس سے آکر اہل ایمان والو کو لڑائی کے لیے مورچوں پر متعیّن کر رہے تھے۔"

تین ہجری میں رسول ﷺ کے اہل میں اس وقت سیدہ سودہ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما تھیں۔ بعض مفسرین نزدیک رسول ﷺ، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تھے، اس لیے اس آیت مبارکہ سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عظمت ثابت ہوتی ہے کہ رسول ﷺ جنگ کے لیے اُنہی کے پاس سے تشریف لائے تھے۔ پھر یہاں رسول ﷺ کی شانِ عظمت نشان کو ملاحظہ کیجئے کہ وہ سپہ سالارِ اعلیٰ (Commander in Chief) ہوتے ہوئے بھی اس غزوہ کو اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ خود ہی مورچہ بندی کرا رہے ہیں۔

اگلی آیت میں ارشاد ہوا:

اِذْهَمَّتْ طَّآءِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَالاوَاللّٰهُ وَلِیُّهُمَاط وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔[41]

" اُس وقت تم میں سے دو گروہوں نے راہِ فرار اختیار کرنے کا ارادہ کیا مگر اور اللہ ان کا مددگار تھا اس لیے مومنوں کو چاہیے کہ اللہ ہی پر بھروسہ کریں۔"

سید مودودیؒ آیت مذکورہ کے تحت لکھتے ہیں کہ:

"یہ اشارہ ہے بنو سلمہٰ اور بنو حارثہ کی طرف جن کی ہمتیں عبداللہ بن اُبَیّ اور اس کے ساتھیوں کی واپسی کے بعد پست ہو گئی تھیں۔ "[42]

اس کے بعد اللہ رب العٰلمین اہل ایمان کو غزوہ بدر میں اللہ رب العٰلمین کی جانب سے ملنے والی مدد کا ذکر[43] فرماتا ہے اس کے بعد ارشاد فرماتا ہے کہ:

لِیَقْطَعَ طَرَفًامِّنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓااَوْیَكْبِتَهُمْ فَیَنْقَلِبُوْاخَآىِٕبِیْنَ ۔لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِشَیْءٌ’’اَوْیَتُوْبَ عَلَیْهِمْ اَوْ یُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ [44]

"اس طرح وہ تمہارے ذریعہ کافروں کی ایک جماعت کو ہلاک یا اُنہیں ذلیل و مغلوب کر دے (جیسے آئے تھے ویسے ہی) ناکام واپس جائیں اور اس کام میں پیغمبر کو بھی کچھ اختیار نہیں یہ اللہ تعالیٰ پر منحصر ہے کہ ان کے حال پر مہربانی کرے یا انہیں عذاب دے یوں کہ وہ ظالم لوگ تھے۔"

---

[39] سیرت ابن ہشام، مترجم مولوی محمد انشاءاللہ خان، لاہور، ابلاغ پبلیشرز، 2003ء، ص 273
Sirat Ibn Hisham, trans. Maulvi Muhammad Insha-Allah Khan Lahore: Iblagh Publishers, 2003, p 273

[40] القرآن 3 : 121
Al-Quran 3: 121

[41] القرآن 3 : 122
Al-Quran 3: 122

[42] مودودی، تفہیم القرآن جلد اول، ص 286
Maududi, Tafhim-ul-Quran, Vol. 1, p 286

[43] القرآن 3 : 123 تا 126
Al-Quran 3 : 123–126

[44] القرآن 3 : 127 - 128
Al-Quran 3 : 127–128

یہاں یہ بات ثابت ہوگئی کہ شکست تو ظالموں کے نصیب میں تھی نہ کہ اہل ایمان کے، کفار کو شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا مومنین کو شکست نہیں ہوئی تھی۔اسی سورہ (آل عمران) کی اگلی آیات [45] میں،اللہ رب العلمین کچھ ہدایات دی ہیں جو رہتی دنیا تک کامیابی کی کنجی ہیں، جن پر عمل کر کے دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔قرآنی تعلیم یہ ہے کہ ربوٰ (سود) سے بچو، کاروبار اور لین دین کے معاملات میں ظالمانہ رویہ اختیار نہ کرو،احکامات قرآنی پر بذریعہ رسول عمل پیرا رہو، استغفار کیا کرو توبہ تائب رہا کرو، اپنے غلطیوں پر نادم ہو کر اللہ رب العلمین کی بارگاہ میں گرجایا کرو، جو غلطیاں ہوگئی ہیں انہیں نہ دوہراؤ، اپنے غصے کو قابو میں رکھا کرو، لوگوں سے عفو و درگذر سے کام لیا کرو، عمل صالح کرو، دوسروں کے برے انجام سے عبرت حاصل کرو، یہ ہدایات صرف اہل ایمان کے لیے نہیں بلکہ جو بھی انسان ان پر عمل کر کے ان سے فائدہ اٹھانا چاہے اٹھا سکتا ہے۔اور یہ بھی یاد رکھو کہ اگر کسی کوتاہی یا غلطی کی وجہ سے تمہیں کوئی نقصان پہنچے تو اس پر غم کرنا بلکہ اپنے ایمان پر قائم رہنا تو پھر کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔اس کے بعد اللہ رب العلمین نے ارشاد فرمایا:

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْح ''فَقَدْمَسَّ الْقَوْمَ قَرْح ''مِّثْلُهٗط وَتِلْکَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِج وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْاوَيَتَّخِذَمِنْكُمْ شُهَدَآءَ طوَاللّٰهُ لَايُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۔وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْاوَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ۔ [46]

"اگر تمہیں زخم پہنچا ہے تو انہیں بھی ایسا ہی زخم پہنچ چکا ہے،اور ہم یہ دن لوگوں میں باری باری بدلتے رہتے ہیں،اور تاکہ اللہ ایمان والوں کو جان لے اور تم میں سے بعضوں کو شہید کرے،اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔"

اللہ رب العلمین نے یہ اصول واضح فرمادیا کہ فتح و شکست تبدیل ہوتی رہتی ہے، لیکن جو اللہ کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق تیاری رکھے گا اور الوالعزمی سے لڑے گا فتح پائے گا اور جو کوتاہی کرے گا وہ شکست سے دوچار ہوگا۔اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا صحابہؓ مالِ غنیمت پر ٹوٹ پڑے تھے اور حکمِ رسول پسِ پشت ڈال دیا تھا؟اس سلسلہ میں قرآن مجید ہماری رہنمائی کرتا ہے جس میں اللہ رب العلمین نے ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْصَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ج حَتّٰٓى اِذَافَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِوَعَصَيْتُمْ مِّنْ م بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ط مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ج ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ج وَلَقَدْعَفَاعَنْكُمْ ط وَاللّٰهُ ذُوْفَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ [47]

اور اللہ تو اپنا وعدہ تم سے سچا کر دیا جب آپ اُس کے حکم سے انہیں قتل کر رہے تھے، یہاں تک کہ جس بات کی تم نے چاہت کی وہ دکھادی۔اس کے بعد تم وعدہ سے پھسل گئے اور (اپنے امیر کی) نافرمانی کی، بعض تو تم سے دنیا کے خواستگار تھے اور بعض آخرت کے طالب۔اس وقت اللہ نے تمہیں ان کے مقابلہ سے پھیر دیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے۔اور اس نے تمہارا قصور معاف کر دیا اور اللہ مومنوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے۔"

اطاعت امیر:

قرآن مجید اور آپ ﷺ کے فرمودات سے اطاعت امیر کا درس ملتا ہے۔ایک مقام پر ارشاد ہوا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓااَطِيْعُوااللّٰهَ وَاَطِيْعُواالرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۔الخ۔۔[48]

آیت مذکورہ کے اکثر تراجم میں اولوالامر کا ترجمہ مبہم پایا جاتا ہے، حکم کرنے والا کوئی بھی ہو سکتا ہے یا نہیں۔لیکن مولانا احسن اصلاحی نے اس آیت کے ترجمے میں "وَ اُولِى الْاَمْرِ "کو مقید رکھا ہے اس کا ترجمہ نہیں کیا۔اُن کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور اولوالامر کی۔"(مولانا احسن اصلاحی)

اصلاحی صاحب آیت مذکورہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

---

[45] القرآن 3 :139 تا130

Al-Quran 3 : 130–139

[46] القرآن 140 – 141 : 3

Al-Quran 3 : 140–141

[47] القرآن 152 : 3

Al-Quran 3:152

[48] القرآن 59 : 4

Al- Quran 4 : 59

"اولوالامر سے مراد اسلامی معاشرے کے ارباب حل وعقد، ذمہ دار اور سربراہِ کار ہیں۔اس کے مصداق علم وبصیرت بھی ہو سکتے ہیں اور اقتدار وسیاست بھی۔"[49]

اصلاحی صاحب نے اولوالامر کا ترجمہ حاکم نہ کر کے ثابت کرنے کی سعی کی ہے کہ حاکم، اللہ رب العٰلمین کے نافرمان بھی ہو سکتے ہیں، مشرک بھی، دوسروں کی اطاعت کرنے والے بھی، ہمیں صرف معاشرے کے اُن افراد کی پیروی کرنی چاہیے جو اللہ کی اطاعت کرنے والے ہیں اور در حقیقت" اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ "[50]

میں بھی ہمیں یہی درس ملتا ہے کہ مؤمن صرف اور صرف اللہ رب العٰلمین کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ کی اطاعت کرنے والوں کے ساتھ اللہ رب العٰلمین کے آگے جھکتا ہے۔ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ۔[51]

جنگ احد کے نتیجہ کو اہل ایمان کی شکست نہیں کہا جا سکتا کیوں کہ اس میں اللہ کے رسول ﷺ موجود تھے۔دونوں طرف شدید نقصان ہوا۔ پہلے مسلمان غالب تھے لیکن پہاڑ کی چوٹی پر تعینات تیر اندازوں کے دستے میں سے اکثریت نے امیر کی نافرمانی کی جس کے سبب انہیں شدید جانی نقصان اٹھانا پڑا۔رسول اللہ ﷺ کی دفاعی حکمت عملی کے باعث مشرکین کا لشکر مزید آگے بڑھنے کی ہمت نہ کر سکا اور بالآخر مشرکین کے لشکر کو لڑائی ترک کر کے مکہ واپس جانا پڑا۔لیکن یہ بات تاریخ میں آچکی ہے کہ مسلمانوں نے چودہ سو سال قبل حکم نہ ماننے پر نقصان اٹھایا۔اور یہ واقعہ مسلمانوں کو ایک سبق دے گیا کہ اطاعتِ امیر کس قدر اہمیت کی حامل ہے۔ جب بات امیر کی اطاعت کی آتی ہے تو یہ بھی واضح ہونا ضروری ہے کہ کون سا امیر واجب الاطاعت ہے؟ وہ امیر جو اللہ اور اس کی رسالت کی فرمانبرداری کرتا ہے جو احکام خداوندی کا محافظ ہے، جو نظام صلوٰۃ وزکوٰۃ کا نفاذ کرتا ہے، جو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتا ہے، حفاظتِ مذہب اور امتِ اسلامیہ کی طاقت و قوت کا امین اور امورِ عالم کا نگہبان ہو۔

نتیجہ:

غزوہ احد، جب دوسرے مرحلے میں داخل ہوئی تو بعض تیر اندازوں کی نادانی کے باعث مشرکین کو حملہ کرنے کا موقع مل گیا اور
وہ پلٹ کر حملہ آور ہو گئے۔جس کی وجہ سے مسلمانوں کو جانی نقصان اٹھانا پڑا۔لیکن اس کے باوجود بعض امور ایسے ہیں جن کی بنا پر اسے مشرکین کی فتح سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔

یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ کفار کا لشکر مسلمانوں کے کیمپ پر قابض نہیں ہو سکا تھا اور مسلمانوں کے لشکر کے بڑے حصے نے اس بد نظمی کے باوجود راہِ فرار اختیار نہیں کی بلکہ انتہائی دلیری سے لڑتے ہوئے اپنے سپہ سالار کے پاس جمع رہے۔نیز کوئی ایک بھی مسلمان کافروں کی قید میں نہیں گیا اور نہ ہی کفار نے کوئی مال غنیمت حاصل کیا۔پھر کفار جنگ کے تیسرے مرحلے کے لیے بھی تیار بھی نہیں ہوئے۔ جب کہ اسلامی لشکر میدانِ جنگ میں ہی قیام پذیر رہا بلکہ ان کے تعاقب میں اس کے پیچھے بھی گیا۔کفار نے لڑائی کے فوراً بعد ہی واپسی کی راہ اختیار کی۔اور مسلمانوں سے پہلے ہی میدان جنگ خالی کر دیا۔اور اسے مدینے میں داخل ہونے کی جرأت بھی نہیں ہوئی، جب کہ شہر تھوڑے فاصلے پر ہی تھا اور راستے میں کوئی رکاوٹ بھی نہیں تھی اور شہر عسکری قوت سے خالی بھی تھا۔ ابو سفیان کی جلد بازی اس بات کی غماز ہے کہ اسے خطرہ تھا کہ اگر جنگ کا تیسرا مرحلہ شروع ہو گیا تو اسے شکست سے دوچار ہونا پڑے گا۔اس گفتگو کا ماحصل

---

[49] اصلاحی، امین احسن، (حواشی خالد مسعود)، ترجمہ وحواشی قرآن حکیم، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، جون 2003ء، ص143
Islahi, Amin Ahsan ,Annotations by Khalid Masood, Tarjuma-o-Hawashi-e-Quran-e-Hakim Translation and Annotations of the Wise Quran, Faran Foundation, Lahore, June 2003, p143

[50] القرآن 1 : 4
Al-Quran 1 : 4

[51] القرآن 2 : 43
Al-Quran 2 : 43

یہ ہے کہ قریش کو صرف جانی نقصان پہنچانے کا موقع مل گیا اگر تیز انداز اپنی جگہ نہ چھوڑتے تو اسے یہ موقع بھی نہ ملتا بلکہ دشمن پہلے ہی الٹے پاؤں بھاگنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ اگرچند تیر انداز اجتہادی غلطی نہ کرتے تو کفار کو یہ موقع بھی میسر نہ آتا اور نہ ہی اہل ایمان کو جانی نقصان اٹھانا پڑتا۔

گیلانی صاحب نے ایک بہت نفیس نکتے کی جانب توجہ مبذول کرائی ہے، ہم اپنی گفتگو کا اختتام انہی کے اس اقتباس پر کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ :

"اُحد میں ستّر مسلمانوں اور تیس قریشیوں کے آدمی کام آئے بشر طیکہ ہزار پندرہ سو آدمیوں کے مجمع اور ان کی باہمی آویزش کا نام بجائے جھڑپ کے جنگ اور بیٹل رکھا جائے۔ بہر حال قریشیوں سے جو کچھ چھیڑ چھاڑ ہوئی، وہ اسی پر ختم ہو گئی، نہ خندق میں بازار قتال گرم ہوا، نہ مکّہ میں خون ریزی ہوئی۔"[52]

چوں کہ اسلام امن کا علم بردار ہے، جناب رسول اللہ رحمت عالم ﷺ نے جو بھی کفار سے جنگیں لڑیں وہ دفاعی نوعیت کی تھی اقدامی نہیں تھیں۔ اسلام بے گناہ انسانوں کے قتل کی اجازت نہیں دیتا۔ وہ صرف انہیں پر تلوار اٹھانے کا حکم دیتا ہے جو ان پر اور بے گناہ انسانوں پر طاقت کا استعمال کرتے ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

[52] گیلانی، النبی الخاتم ص 105۔106

Gilani, Al-Nabi al-Khatim, pp 105–106